

حَقٌّ وَجَاءُهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي إِلَيْهِمُ الْقَوْمَ الظَّلَمِيْنَ ۝
 أُولَئِكَ جَزَآءُهُمْ أَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ
 وَالنَّاسُ أَجْمَعِينَ ۝ خَلِدِيْنَ فِيهَا لَا يَخْفَى عَنْهُمُ الْعَذَابُ
 وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ۝ إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ
 وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا بَعْدَ
 إِيمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَةُهُمْ وَأُولَئِكَ
 هُمُ الصَّابِرُونَ ۝ إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا وَمَا تُوْلَوْهُمْ كُفَّارٌ
 فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْ أَحَدٍ هُمْ قُلْءَ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَوْا فَتَدِي
 بِهِ ۝ أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُمْ مِنْ نُصِيرٍ ۝

حق پر ہے اور ان کے پاس روشن نشانیاں بھی آچکی ہیں۔ [۱] اللہ ظالموں کو توبہ ایت نہیں دیا کرتا۔ ان کے ظلم کا صحیح بدلہ یہی ہے کہ ان پر اللہ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی پھٹکارے، اسی حالت میں وہ ہمیشور ہیں گے، نہ ان کی سزا میں تخفیف ہوگی اور نہ انھیں مہلت دی جائے گی۔ البته وہ لوگ بیچ جائیں گے جو اس کے بعد توبہ کر کے اپنے طرز عمل کی اصلاح کر لیں، اللہ بخششے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ مگر جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کیا، پھر اپنے کفر میں بڑھتے چلے گئے۔ [۲] ان کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی، ایسے لوگ تو پکے گراہ ہیں۔ یقین رکھو، جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور کفر ہی کی حالت میں جان دی ان میں سے کوئی اگر اپنے آپ کو سزا سے بچانے کے لیے روئے زمین بھر کر بھی سونا فدیہ میں دے تو اسے قبول نہ کیا جائے گا۔ ایسے لوگوں کے لیے در دن اک سزا تیار ہے اور وہ اپنا کوئی مددگار نہ پائیں گے۔

[۳] یہاں پھر اسی بات کا اعادہ کیا گیا ہے جو اس سے قمل بارہ بیان کی جا چکی ہے کہ نبی ﷺ کے عہد میں عرب کے یہودی علماء جان چکتے تھے اور ان کی زبانوں تک سے اس امر کی شہادت ادا ہو چکی تھی کہ آپ نبی برحق ہیں اور جو تعلیم آپ لائے ہیں وہ وہی تعلیم ہے جو پچھلے انبیاء لاتے رہے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے جو کچھ کیا وہ محض تعصّب، خند اور دشمنی حق کی اس پرانی عادت کا تیجہ تھا جس کے وہ صدیوں سے مجرم چلے آ رہے تھے۔

[۴] یعنی صرف انکاری پر بس نہ کی بلکہ عملاً مخالفت و مراجحت بھی کی، لوگوں کو خدا کے راست سے روکنے کی کوشش میں ایزی چوٹی تک کا زور لگایا، شہادت پیدا کیے، بدگمانیاں پھیلائیں، دلوں میں دسوے ڈالے، اور بدترین سازشیں اور ریشه دو ایساں کیس تاکہ نبی کا مشن کسی طرح کامیاب نہ ہونے پائے۔

لَئُّنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُشْقِقُوا مِمَّا تَحْبِبُونَ هَوَّمَا تُنْقِقُوا
مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ۝ كُلُّ الظَّعَامِ كَانَ حِلًّا
لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ إِلَّا مَا حَرَمَ إِسْرَائِيلُ عَلَى نَفْسِهِ مِنْ قَبْلِ

تم نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ اپنی وہ چیزیں (خدا کی راہ میں) خرچ نہ کرو جنہیں تم عزیز رکھتے ہو،^[۲۴] اور جو کچھ تم خرچ کرو گے اللہ اس سے بے خبر نہ ہوگا۔

کھانے کی یہ ساری چیزیں (جو شریعت محدثی میں حلال ہیں) بنی اسرائیل کے لیے بھی حلال تھیں،^[۲۵] البتہ بعض چیزیں ایسی تھیں جنہیں توراة کے نازل کیے جانے سے پہلے^[۲۶] اسرائیل (حضرت یعقوب) نے خود اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔

[۲۵] اس سے مقصود ان کی اس غلط فہمی کو دور کرنا ہے جو وہ ”نیکی“ کے بارے میں رکھتے تھے۔ ان کے دماغوں میں نیکی کا بلند سے بلند تصور بس یہ تھا کہ صد بیوں کے توارث سے ”شرع“ کی جو ایک خاص ظاہری شکل ان کے باں بن گئی تھی اس کا پورا چرہ آدمی اپنی زندگی میں اتنا لے اور ان کے علماء کی قانونی موشکاں فیوں سے جو ایک لمبا جوڑ فقہی نظام بن گیا تھا اس کے مطابق رات دن زندگی کے چھوٹے چھوٹے ضمی و فروعی معاملات کی ناپ توں کرتا رہے۔ اس شرع کی اوپری سطح کے نیچے بالعموم یہود بیوں کے بڑے بڑے ”دین دار“ لوگ تیگ دلی، جرس، بجلی، حق پوشی اور حق فروشنی کے عیوب چھپائے ہوئے تھے اور ائے عام ان کو نیک سمجھتی تھی۔ اسی غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے انھیں بتایا جا رہا ہے کہ ”نیک انسان“ ہونے کا مقام ان چیزوں سے بالاتر ہے جن کو تم نے مدار خیر و صلاح سمجھ رکھا ہے۔ نیکی کی اصل روح خدا کی محبت ہے، ایسی محبت کہ رضاۓ الہی کے مقابلے میں دنیا کی کوئی چیز عزیز تر نہ ہو۔ جس چیز کی محبت بھی آدمی کے دل پر اتنی غالب آجائے کہ وہ اسے خدا کی محبت پر قربان نہ کر سکتا ہو، بس وہی بت ہے اور جب تک اس بت کو آدمی توڑتے دے، نیکی کے دروازے اس پر بند ہیں۔ اس روح سے خالی ہونے کے بعد ظاہری شرع کی حیثیت مغض اس چمک دار روغن کی سی ہے جو گھن کھالی ہوئی لکڑی پر پھیردیا گیا ہو۔ انسان ایسے روغنوں سے دھوکا کھا سکتے ہیں، مگر خدا انہیں کھا سکتا۔

[۲۶] قرآن اور محمد ﷺ کی تعلیمات پر جب علماء یہود کوئی اصولی اعتراض نہ کر سکے (کیونکہ اساس دین جن امور پر ہے ان میں انہیاء سالقین کی تعلیمات اور بنی اسرائیل کی تعلیم میں یہکہ سر موافق نہ تھا) تو انہوں نے فتحی اعتراضات شروع کیے۔ اس مسئلے میں ان کا پہلا اعتراض یہ تھا کہ آپ نے کھانے پینے کی بعض ایسی چیزوں کو حلال قرار دیا ہے جو پھٹے انہیاء کے زمانے سے حرام چلی آرہی ہیں۔ اسی اعتراض کا یہاں جواب دیا جا رہا ہے۔ اسی طرح ایک اعتراض ان کا یہ بھی تھا کہ بیت المقدس کو چھوڑ کر خانہ کعبہ قبلہ کیوں بنایا گیا۔ بعد کی آیات اسی اعتراض کے جواب میں ہیں۔

[۲۷] ”اسرائیل“ سے مراد اگر بنی اسرائیل یہے جائیں تو مطلب یہ ہوگا کہ نزول توراة سے قبل بعض چیزیں بنی اسرائیل نے محض رسما حرام قرار دے لی تھیں۔ اور اگر اس سے مراد حضرت یعقوب یہے جائیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آنحضرت نے بعض چیزوں سے طبعی کراہت کی بنایا کسی مرض کی بنا پر احتراز فرمایا تھا اور ان کی اولاد نے بعد میں انہیں منوع سمجھ لیا۔ سیکی مورخ الذکر روایت زیادہ مشہور ہے۔ اور بعد والی آیت سے یہ بات صاف طور پر ظاہر ہوتی ہے کہ اوتھ اور خرگوش وغیرہ کی حرمت کا جو حکم باعثیل میں لکھا ہے وہ اصل توراة کا حکم نہیں ہے بلکہ یہودی علماء نے بعد میں اسے داخل کتاب کر دیا ہے۔ (مفصل بحث کے لیے ملاحظہ ہو سورہ انعام، حاشیہ ۱۲۲)

أَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرِيهُ قُلْ فَاتُوا بِالْتَّوْرِيهِ فَاتُلُوهَا إِنْ كُنْتُمْ
صَدِيقِينَ ۝ فَمَنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ
فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝ قُلْ صَدَقَ اللَّهُ فَاتَّبِعُوا مِلَةَ
إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ
وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَةَ مُبَرَّكًا وَهُدًى لِلْعَلَمِينَ ۝ فِيهِ

ان سے کہو، اگر تم (اپنے اعتراض میں) سچ ہو تو لا و توراۃ اور پیش کرو اس کی کوئی عبارت۔ اس کے بعد بھی جو لوگ اپنی جھوٹی گھڑی ہوئی با تین اللہ کی طرف منسوب کرتے رہیں وہی درحقیقت ظالم ہیں۔ کہو، اللہ نے جو کچھ فرمایا ہے حق فرمایا ہے، تم کو یکسو ہو کر ابراہیم کے طریقہ کی پیداوی کرنی چاہیے، اور ابراہیم شرک کرنے والوں میں سے نہ تھا۔ [۷۸]

بے شک سب سے پہلی عبادت گاہ جوانسانوں کے لیے تعمیر ہوئی وہ وہی ہے جو مکہ میں واقع ہے۔ اس کو خیر و برکت دی گئی تھی اور تمام جہان والوں کے لیے مرکز ہدایت بنایا گیا تھا۔ [۷۹] اس میں

[۷۸] مطلب یہ ہے کہ ان فقہی جزئیات میں کہاں جا پہنچنے ہو۔ دین کی جزو اللہ واحد کی بندگی ہے جسے تم نے چھوڑ دیا اور شرک کی آلاتخواں میں بتتا ہو گئے۔ اب بحث کرتے ہو فقہی مسائل میں، حالانکہ یہہ مسائل یہیں جو حاصل ملت ابراہیمی سے ہوتے جانے کے بعد انحطاط کی طویل صدیوں میں تھارے علماء کی موشاگانیوں سے پیدا ہوئے ہیں۔

[۷۹] یہودیوں کا دوسرا اعتراض یہ تھا کہ تم نے بیت المقدس کو چھوڑ کر کعبہ کو قبلہ کیوں بنایا، حالانکہ پھٹلے انبیاء کا قبلہ بیت المقدس ہی تھا۔ اس کا جواب سورہ بقرہ میں دیا جا چکا ہے۔ لیکن یہودی اس کے بعد بھی اپنے اعتراض پر مصروف ہے۔ لہذا یہاں پھر اس کا بواب دیا گیا ہے۔ بیت المقدس کے متعلق خود بائیبلی ہی کی شہادت موجود ہے کہ حضرت موسیٰ کے سارا ہے چار سو برس بعد حضرت سليمان نے اس کو تعمیر کیا۔ (۱۔ سلاطین، باب ۲۔ آیت ۳۰، ۲۹) بعض اس کے یہ تمام عرب کی متواتر اور متفق علیہ روایات سے ثابت ہے کہ کعبہ کو حضرت ابراہیم نے تعمیر کیا، اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آئھو نو سو برس پہلے گزرے ہیں۔ لہذا کعبہ کی اولیت ایک ایسی حقیقت ہے جس میں کسی کام کی گنجائش نہیں۔

أَيُّتُ بَيْتُ مَقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ أَمِنًا وَلِلَّهِ عَلَى
النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ
اللَّهَ غَنِّيٌّ عَنِ الْعَلَمِينَ ۝ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَمْ تَقْرُونَ بِاِيَّتِ
اللَّهِ ۝ وَاللَّهُ شَهِيدٌ عَلَى مَا تَعْمَلُونَ ۝ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَمْ
تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ أَمْنَ تَبْغُونَهَا عَوْجًا وَأَنْتُمْ شَهِيدُوْنَ
وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تُطِيعُوْا

کھلی ہوئی نشانیاں ہیں، ابراہیم کا مقام عبادت ہے، اور اس کا حال یہ ہے کہ جو اس میں داخل ہو امامون ہو گیا۔ [۸۰] لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے، اور جو کوئی اس حکم کی پیروی سے انکار کرے تو اسے معلوم ہو جانا چاہیے کہ اللہ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔ کہو، اے اہل کتاب! تم کیوں اللہ کی باتیں ماننے سے انکار کرتے ہو؟ جو حرکتیں تم کر رہے ہو اللہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ کہو، اے اہل کتاب! یہ تمہاری کیا روش ہے کہ جو اللہ کی بات مانتا ہے اسے بھی تم اللہ کے راستے سے روکتے ہو اور چاہتے ہو کہ وہ نیز چھی راہ چلے، حالانکہ تم خود (اس کے راہ راست ہونے پر) گواہ ہو۔ تمہاری حرکتوں سے اللہ غافل نہیں ہے۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم نے ان اہل کتاب میں سے ایک گروہ کی بات مانی

[۸۰] یعنی اس گھر میں ایسی صریح علامات پائی جاتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ اللہ کی جناب میں مقبول ہوا ہے اور اسے اللہ نے اپنے گھر کی حیثیت سے پسند فرمایا ہے۔ لق و دق بیان میں بنایا گیا اور پھر اللہ نے اس کے جوار میں رہنے والوں کی رزق رسانی کا بہتر سے بہتر انتظام کر دیا۔ ڈھانی ہزار برس تک جامیلت کے سب سے سارے امکن عرب انجمنی کی حالت میں بدل رہا، مگر اس فساد بھری سر زمین میں کعبہ اور اطراف کعبہ ہی کا ایک خط ایسا تھا جس میں امن قائم رہا۔ بلکہ اسی کعبہ کی یہ برکت تھی کہ سال بھر میں چار مہینہ کے لیے پورے ملک کو اس کی بدولت امن میرا جاتا تھا۔ پھر ابھی نصف صدی پہلے ہی سب دیکھ چکے تھے کہ اب ہدئے جب کعبہ کی تحریب شاہدان آیات کے نزول کے وقت موجود تھے۔

[۸۱] جامیلت کے تاریک دور میں بھی اس گھر کا یہ احترام تھا کہ خون کے پیاسے دشمن ایک دوسرے کو وہاں دیکھتے تھے اور ایک کو دوسرے پر ہاتھ دا۔ ٹٹ نہ ہوتی تھی۔

فَرِيْقًا قِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَبَ يَرُدُّ وَكُفَّرُ بَعْدَ إِيمَانَكُمْ كُفَّارِيْنَ ۝
 وَكِيفَ تَكْفُرُوْنَ وَأَنْتُمْ تُتَشَّلِّ عَلَيْكُمْ آيَتُ اللَّهِ وَفِيْكُمْ رَسُولُهُ
 وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَى صِرَاطِ مُسْتَقِيْمٍ ۝ يَا يَاهَا
 الَّذِينَ امْنَوْا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَعْقِيْلِهِ وَلَا تَمُوتُنَ إِلَّا وَأَنْتُمْ
 مُسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوْا وَادْكُرُوْا
 نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ اذْكُنْتُمْ أَعْدَاءَ فَالَّفَ بَيْنَ قُوْيِكُمْ فَاصْبِحُوْمُ
 بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنُتُمْ عَلَى شَفَاعَ حُفْرَةٍ مِنَ التَّارِيْقَانِ قَدَّمْ

تو یہ تمہیں ایمان سے پھر کفر کی طرف پھیر لے جائیں گے۔ تمہارے لیے کفر کی طرف جانے کا بہتر کیا موقع باقی ہے جب کہ تم کو اللہ کی آیات سنائی جا رہی ہیں اور تمہارے درمیان اس کا رسول موجود ہے؟ جو اللہ کا دامن مضبوطی کے ساتھ تھا مے گاؤہ ضرور راہ راست پالے گا یہ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈروجیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔ [۸۲] سب مل کر اللہ کی رسی [۸۳] کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔ اللہ کے اس احسان کو یاد رکھو جو اس نے تم پر کیا ہے۔ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، اس نے تمہارے دل جوڑ دیے اور اس کے فضل و کرم سے تم بھائی بھائی بن گئے۔ تم آگ سے بھرے ہوئے ایک گڑھے کے کنارے کھڑے تھے، اللہ نے تم کو اس

[۸۲] یعنی مرتبے دم تک اللہ کی فرمادی برداری اور وفاداری پر قائم رہو۔

[۸۳] اللہ کی رسی سے مراد اس کا دین ہے، اور اس کو رسی سے اس لیے تعبیر کیا گیا ہے کہ بھی وہ رشتہ ہے جو ایک طرف اہل ایمان کا تعلق اللہ سے قائم کرتا ہے اور دوسری طرف تمام ایمان لانے والوں کو باہم ملا کر ایک جماعت بناتا ہے۔ اس رسی کو ”مضبوط پکڑنے“ کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کی کوگاہ میں اصل اہمیت ”دین“ کی ہو، اسی سے ان کو دچپی ہو، اسی کی اقامت میں وہ کوشش رہیں اور اسی کی خدمت کے لیے آپس میں تعاون کرتے رہیں۔ جہاں دین کی اساسی تعلیمات اور اس کی اقامت کے نصب اعین سے مسلمان ہٹے اور ان کی توجہات اور دچپیاں جزئیات و فروع کی طرف منعطف ہوئیں، پھر ان میں لازماً وہی تفرقہ و اختلاف رونما ہو جائے گا جو اس سے پہلے انہیاں علیہم السلام کی امتوں کو ان کے اصل مقصد حیات سے محرف کر کے دنیا اور آخرت کی رسائیوں میں بنتا کر چکا ہے۔

۱
 مَنْهَا طَكْذِيلَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ أَيْتَهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝
 وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَا مُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ
 وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ وَلَا تَكُونُوا
 كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاحْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنُونُ
 وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ يَوْمَ تَبَيَّضُ وُجُوهٌ وَتَسُودُ

سے بچا لیا۔ [۸۳] اس طرح اللہ اپنی نشانیاں تمہارے سامنے روشن کرتا ہے شاید کہ ان علمتوں سے تمہیں اپنی فلاح کا سیدھا راستہ نظر آجائے۔ [۸۴]

تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضروری ہونے چاہیں جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں، اور برائیوں سے روکتے رہیں۔ جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے۔ کہیں تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقوں میں بٹ گئے اور کھلی کھلی واضح بدایات پانے کے بعد پھر اختلافات میں بتلا ہوئے۔ [۸۵] جنہوں نے یہ روشن اختیار کی وہ اس روز سخت سزا پائیں گے جب کہ کچھ لوگ سرخ رو ہوں گے اور کچھ لوگوں کا منہ کالا ہوگا،

[۸۶] یہ اشارہ ہے اس حالت کی طرف جس میں اسلام سے پہلے اہل عرب بتلاتھے۔ قبلہ کی باہمی عداویں، بات بات پر ان کی لڑائیاں، اور شب و روز کے کشت و خون، جن کی بدوں قریب تھا کہ پوری عرب قوم نیست و نابود ہو جاتی۔ اس آگ میں جل مرنے سے اگر کسی چیز نے انھیں بچا یا تو وہ یہی نعمت اسلام تھی۔ یہ آیات جس وقت نازل ہوئی ہیں اس سے تین چار سال پہلے ہی مدینہ کے لوگ مسلمان ہوئے تھے، اور اسلام کی یہ جتنی جاتی نعمت سب دیکھ رہے تھے کہ اوس اور خروج کے وہ قبیلے، جو سماں سال سے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے، باہم مل کر شیر و شکر ہو چکے تھے، اور یہ دونوں قبیلے مکہ سے آئے والے مہاجرین کے ساتھ ایسے بنے نظیر ایثار و محبت کا برتابہ کر رہے تھے جو ایک خاندان کے لوگ بھی آپس میں نہیں کرتے۔

[۸۷] یعنی اگر تم آنکھیں رکھتے ہو تو ان علمتوں کو دیکھ کر خود اندازہ کر سکتے ہو کہ آیا تمہاری فلاح اس دین کو مضبوط تھا میں ہے یا اسے چھوڑ کر پھر اسی حالت کی طرف پلت جانے میں جس کے اندر تم پہلے بتلا تھے؟ آیا تمہارا اصلی خیر خواہ اللہ اور اس کا رسول ہے یا وہ یہودی اور مشرک اور منافق لوگ جو تم کو حالت سابق کی طرف پلاتا جانے کی کوشش کر رہے ہیں؟

[۸۸] یہ اشارہ ان امتوں کی طرف ہے جنہوں نے خدا کے پیغمبروں سے دین حق کی صاف اور سیدھی تعلیمات پائیں مگر کچھ مدت گزر جانے کے بعد اساس دین کو چھوڑ دیا اور غیر متعلق صحنی و فروعی مسائل کی بنیاد پر الگ الگ فرقے بنانے شروع کر دیے، پھر فضول و لالیحی باتوں پر جھگڑنے میں ایسے مشغول ہوئے کہ نہ انہیں اس کام کا ہوش رہا جو اللہ نے ان کے سپرد کیا تھا اور نہ عقیدہ و اخلاق کے ان بنیادی اصولوں سے کوئی دلچسپی رہی جن پر درحقیقت انسان کی فلاح و سعادت کا مدار ہے۔